لبرل ازم اور سماجی فساد

قدسیہ ممتاز

برٹرینڈ رسل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تفویض کردہ '۱۰ خدائی احکامات' کے جواب میں جو '۱۰ لبرل احکامات' پیش کیے تھے' ان میں ساتواں نکتہ یہ بھی تھا کہ: ''کبھی نہایت مضحکہ خیز خیال کے اظہار سے مت گھبراؤ کہ آج جو باتیں معمول بن گئی ہیں' وہ کل مضحک اور نا قابل قبول سمجھی جاتی تھیں۔'' بزرگوار (برٹرینڈ رسل) کو علم ہوتا کہ اس کے فکری شاگردوں نے محض اسی ایک نکتے سے خاطر خواہ نتائج حاصل کر لیے ہیں تو وہ خوامخواہ باقی نو نکات کی تشکیل میں سر نہ کھپاتا۔

امریکی اسکالر کارسن ہالووے اپنی کتاب The way of life:The challenge of liberal modernity (۲۰۰۹) میں بحث کرتے ہوئے امریکی معاشرے میں بڑھتے ہوئے لبرل ازم اور انحطاط پذیر اخلاقی اقدار کے بارے میں حد درجہ سنجیدہ ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ: لبرل ازم کا سب سے بڑا جھوٹ یہ یقین دہانی ہے کہ اگر آپ اپنی اخلاقیات پہ قائم رہنا چاہتے ہیں تو شوق سے رہیں' کوئی آپ کو نہیں روکے گا۔ یہ وہ دھوکا ہے جو لبرل ازم آپ کو اس لیے دیتا ہے کہ بظاہر آپ کی اخلاقیات میں کوئی ڈرامائی تبدیلی نظر نہ آئے' لیکن در حقیقت بہت کچھ بدل چکا ہو۔ یہ سارا کھیل گذشتہ صدی کے چھٹے اور ساتویں عشرے میں شروع ہوا تھا جب کچھ خاص مقاصد کے لیے 'صنفی انقلاب' برپا کیا گیا۔

اس کے لیے اس جنسی تعلق کو' جو شادی جیسے مقدس ادارے تک محدود تھا' پھیلا کر 'فرد کی آزادی' کے نام پر عام کر دیا گیا' اور معاشرے کا اس سے کوئی لینا دینا نہیں۔ یاد رہے یہ وہی صنفی انقلاب ہے' جس کی فکری آبیاری فرائڈ' لارنس اور رائک نے کی۔ جب ایک کلچر کے مقابلے میں متضاد کلچر متعارف کروایا گیا' جس کی بنیاد ہی رائج اخلاقیات کو مسترد کرنے پر تھی۔ تب ہیو ہفنر (پ: ۱۹۲۶ء) نے پلے بوائے جیسے اخلاق باختہ ماہ نامے کی اشاعت شروع کی' اور شکاگو میں پہلا پلے بوائے کلب کھولا۔ ۱۹۵۹ء میں ڈی ایچ لارنس (م: ۱۹۳۰ء) کا نہایت فحش مواد پہ مشتمل lady

chatterley;s lover(۱۹۲۸ء) کا امریکا میں غیر تحریف شدہ ایڈیشن شائع کرنے کی کوشش کی گئی' جس پہ باقاعدہ قانونی کارروائی ہوئی اور یہ اشاعت روکنی پڑی۔اس کے تین سال بعد ہنری ملر(م:۱۹۸۰ء) کا ناول Tropic of cancer(۱۹۳۴ء) پیرس میں شائع ہوکر نیویارک اسمگل ہوا' کیوں کہ وہاں اس کی اشاعت پہ پابندی تھی۔نیویارک میں اس ناول کو فروخت کرنے والے کتب فروشوں کے خلاف قانونی کارروائی ہوئی' حتی کہ امریکی سپریم کورٹ نے مداخلت کی۔لیکن صرف دوسال بعد ہی حالات یک سر بدل گئے کہ جب جان کلے لینڈ(م:۱۷۸۹ء) کے ناول fanny hill(۱۷۴۹ء) کی اشاعت پہ پابندی کے خلاف اپیل کی گئی تو۱۹۶۱ء میں سپریم کورٹ کا فیصلہ اشاعت کے حق میں آیا۔یہ فیصلہ درحقیقت امریکی معاشرے کی اخلاقی اقدار کے تابوت کی پہلی اور گہری کیل تھی۔اس کے الفاظ تھے:''جنس انسانی زندگی کی سب سے بڑی اور پراسرار قوت محرکہ ہے اور ادب میں اس کے اظہار کا حق امریکی آئین دیتا ہے''۔

ان چند مثالوں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کس طرح معاشرے میں جنسی انارکی منصوبے کے تحت پھیلائی گئی۔ہر بار یہی جھوٹ بولا گیا کہ:''اس سے کوئی قیامت نہیں آجائے گی' یہ کوئی بڑی تبدیلی تو نہیں محض چند ایک جکڑ بندیاں ڈھیلی کرنا ہی تو ہے''۔لیکن قیامت آہی گئی اور ہمیں خبر بھی نہ ہوئی۔جنسی آزادی کو فریقین کی باہمی رضامندی سے اس طرح نتھی کیا گیا کہ شادی ایک بے معنی ادارہ بن کے رہ گیا۔پھر نہ تو ہم جنسیت قبیح رہی اور نہ طوائف گیری کوئی بری بات سمجھی جانے لگی۔آج کا امریکا' اخلاقی اقدار کے لحاظ سے ۱۹۶۴ء کے امریکا کے لیے بالکل اجنبی ہے۔

اگر اس زمانے کے 'لبرل' اپنے کیے دھرے کے نتائج کے متعلق جھوٹ نہیں بول رہے تھے تو صریحا جھوٹ ضرور بول رہے تھے' اس دکان دار کی طرح' جو اپنے سودے کے نقائص کبھی بیان نہیں کرتا۔ہمارے ساتھ 'لبرل ازم' کے نام پہ گذشتہ ۵۰ برسوں سے دھوکا ہو رہا ہے اور ابھی تو نتائج پوری طرح منکشف بھی نہیں ہوئے اور نہ ہوں گے' کیونکہ آزادی بھی تو ایک ارتقاپذیر عمل ہے' جو بڑھتی ہی جارہی ہے۔اس کا انجام کیا ہوگا اور یہ کہاں جا کر رکے گی؟ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔جنسی لبرل ازم جس پہ کوئی قدغن نہ ہو' اس کا سیدھا سادا مطلب یہ ہے کہ آپ کو علم نہیں کہ آپ کے بچے بڑے ہوکر کس قسم کے افراد بنیں گے اور آنے والی نسل کی اقدار کیسی ہوں گی؟ کوئی ذمے دار شخص اس کی حمایت نہیں کرسکتا۔کارسن ہالووے اپنی اس فکرمندی میں تنہا نہیں ہیں۔امریکی معاشرے کے سنجیدہ طبقات

جو اخلاقی اقدار پہ یقین رکھتے ہیں' اس حوالے سے حد درجہ فکر مند ہیں۔ان میں سے اکثریت اس بات پہ یقین رکھتی ہے کہ یہ اخلاقی انحطاط راتوں رات نہیں آیا' بلکہ غیر محسوس طریقے سے ایک مسلسل اور دھیمے عمل کے ذریعے لایا گیا ہے۔

مشہور امریکی اسکالر ڈینیل لپن (پ:۱۹۴۷ء) اپنی کتاب america;s Real war۱۹۹۸ء) میں لکھتے ہیں: ''ایک بار مجھ سے کہا گیا کہ مذہبی قوتیں اپنی اقدار ہمارے حلق میں ٹھونسنا چاہتی ہیں''۔ میں نے کہا: ''ٹھیک ہے' لیکن کیا سیکولر قوتیں بھی ایسا ہی نہیں کر رہیں؟ جب وہ پبلک اسکولوں میں ۱۰ سالہ بچوں میں جنسی عمل کی تعلیم دے رہی ہیں اور ساتھ ہی محفوظ جنسی عمل کی مصنوعات تقسیم کر رہی ہیں؟ کیا تم نے اسے سگریٹ نوشی جتنا ہی عام اور نارمل نہیں بنا دیا؟ کیا تم فحاشی اور بے راہ روی کو تفریح بنا کر ہمارے ٹی وی لاؤنج میں نہیں آئے؟ دیانت داری سے فیصلہ کرو کہ کیا تم نے اپنی سیکولر اخلاقیات' ہم مذہبی امریکیوں کے حلق میں نہیں ٹھونس دیں؟ میں تسلیم کرتا ہوں کہ تم امریکا کے لیے ہماری مذہبی روایات کی خواہش کو دفاعی پوزیشن پہ لے آئے ہو اور جب تم حملہ آور ہوتے ہو تو دفاع تو کرنا پڑتا ہے۔ پھر اشتعال انگیزی کا الزام کیوں؟ یہ تو 'ذاتی دفاع' کا معاملہ ہے۔ تمھیں ڈر ہے کہ مذہبی اقدار تم پہ حاوی ہو جائیں گی اور مجھے ڈر ہے کہ ہم ہار جائیں گے اور یہ بہت برا ہوگا' کیونکہ یہ صرف ہماری ہار نہیں ہوگی''۔

اسی طرح رچرڈ ایف ایمی بھی ایک فکر مند محقق اور اسکالر ہیں۔ان کا کہنا ہے: ''امریکا بے شک دنیا کے رہنما ملکوں میں سے ایک ہے' لیکن افسوس کی بات ہے کہ بے راہ روی اور بداخلاقی میں بھی امریکا ہی سب سے آگے ہے۔ عظیم اقوام تو دنیا کے سامنے عظیم مقاصد اور کردار پیش کرتی ہیں' لیکن جب ان کی اقدار اور اخلاقی معیارات انحطاط پذیر ہونے لگیں' تب سمجھ لینا چاہیے کہ ان کے دن گنے جا چکے ہیں۔ جب خاندان مضبوط ہوتا ہے اور والدین خدا کے بتائے اصولوں پہ زندگی گزارتے ہیں تو قوم بھی مضبوط ہوتی ہے' لیکن جب معاشرہ اخلاقی اقدار کو چھوڑ دیتا ہے تو قومیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ ۸۰ فی صد امریکی خود کو مذہبی سمجھتے ہیں' مگر پھر بھی اس بات پہ متفق ہیں کہ معاشرہ تیزی سے تباہ ہو چکا ہے۔''

رچرڈ ایمی آگے چل کر کہتے ہیں: ''کیا وجہ ہے کہ ۸۰ فی صد مذہبی امریکیوں کے ہوتے ہوئے نوبت یہ آ گئی ہے' حالانکہ ریاست ہائے متحدہ امریکا کی بنیاد بائبل کی تعلیمات پہ تھی؟ مانا کہ امریکا سیاسی طور پہ ایک مذہبی ریاست نہیں رہی' لیکن مذہب اس کی جڑوں میں پانی کی طرح زندگی بنا رہا ہے۔ اب

ہماری قوم ’۱۰خدائی احکامات‘ کو چھوڑ کر تیزی سے بداخلاقی کی طرف جارہی ہے۔اکثر امریکیوں کے نزدیک اب شادی کے بغیر صنفی تعلق اور ہم جنسیت سے آگے بڑھ کر کثیر جنسی میں بھی کوئی قباحت نہیں رہی۔آخر خدا محض فزکس اور کیمسٹری کے اصولوں کا خدا تو نہیں ہے‘ بلکہ وہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا خدا ہے‘ جسے نظرانداز کر کے ہم سنگین نتائج بھگت رہے ہیں‘‘۔

تھامس ڈیل ڈیلے سابق ممبر امریکی ایوان نمائندگان اپنے ایک حالیہ انٹرویو میں دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:’’ہم امریکیوں نے بحیثیت قوم خدا کو دیس نکالا دے دیا ہے۔ہمارے آباواجداد مذہبی لوگ تھے۔ایک وقت تھا جب ان کا ایک خدا ہوا کرتا تھا وہ اپنی رہنمائی کے لیے اسے پکارتے تھے۔انھیں علم تھا کہ خدا اور انجیل کے پاس ان کے آلام ومصائب کا علاج موجود ہے۔انھوں نے قدیم مسیحیت کے اصولوں کو قوم کی تشکیل کے لیے استعمال کیا۔ان ہی کی وجہ سے امریکا عظیم ہے لیکن اس عظمت کو ٹھوکر اس لیے لگی کہ ہم نے اپنا رخ خدا سے پھیرلیا‘‘۔

آرکنساس کے سابق گورنر مائیک ہکیبی جو صدارتی امیدوار بھی رہ چکے ہیں‘وہ فرماتے ہیں:’’جب ’۱۰خدائی احکامات‘ موجود ہیں تو کسی اور قانون کی کیا ضرورت ہے۔ہماری آزادی کسی خلا میں وجود نہیں رکھتی۔یہ اس وقت ہی برقرار رہ سکتی ہے‘جب اخلاقیات اس کی رہنمائی کے لیے موجود ہوں اور اس کام کے لیے ہمارا مذہب کافی ہے‘‘۔

اپنے پاکستانی سیکولر فاشسٹوں کو ان باتوں پر شدید غصہ آتا ہے‘اور وہ اسی غصے میں بڑبڑاتے ہیں:’’جانے کہاں سے ڈرانے آجاتے ہیں‘ کھل کے جینے بھی نہیں دیتے۔دقیانوسی کہیں کے!‘‘

(بشکریہ ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن)

لبرازم: دہریت سے سفاکیت تک

’لبرل ازم‘ کو ہراس خیال‘نظریے‘عقیدے اور عمل سے دشمنی ہے‘جو نفس انسانی کی بے لگام آزادی پر کسی قسم کی پابندی لگائے۔لفظ’لبرل‘ انگریزی کے لفظ’لبرٹی‘(liberty:یعنی مطلق آزادی وخودمختاری)اور لاطینی لفظ’لائبر‘(آزادوخودمختار) سے ماخوذ ہے۔اب یہ لفظ ایک مستقل اصطلاح کی حیثیت سے خدا اور نفس مذہب سے مطلق آزادی کی علامت بن چکا ہے۔

یورپی معاشرے میں عیسائی مذہبی رہنماؤں کی جانب سے سیکڑوں برس تک مذہب کی غلط اور خودساختہ

تشریح‘ مذہب کے غلط استعمال اوراس کی بنیاد پرعوام کے استحصال کے خلاف چودھویں صدی عیسوی میں شدید منفی ردعمل پیدا ہوا‘ جس کی بنیاد پر ایک تحریک برپا ہوئی۔اس تحریک کے فکری رہنماؤں نے جو آبائی طور پرخود بھی عیسائی تھے‘دین عیسی علیہ السلام میں در آنے والے بگاڑ کی اصلاح کرنے کے بجائے خوددین عیسوی ہی کورد کردیا اور معاشرتی اقدار‘قوانین اوراخلاقیات کی تشکیل کے عمل سے دین عیسوی کو بے دخل کردیا۔عیسائیت کی گرفت کمزور پڑنے سے یورپی عوام میں فکری خلا پیدا ہوا‘ جسے پر کرنے کے لیے انسانوں کے خودساختہ اور متفرق خیالات نے جگہ بنالی۔مذہب سے باغی ان یورپی لوگوں نے دنیا کے مختلف ملکوں کوتاراج کرکے وہاں حکومتیں قائم کیں تو اپنے لبرل نظریات ہی کو مقبوضہ معاشروں کی تشکیل نو کی بنیاد بنایا۔مقبوضہ مسلم ممالک کے کچھ مسلمان بھی لبرل ازم سے متاثر ہوئے اوراس کے نقیب بن گئے۔

عیسائیت ہی نہیں بلکہ چین کے تاؤازم اورکنفیوشس ازم‘ جاپان کے شنتوازم اور بدھ مت اور ہندوستان کے ہندومت‘لبرل ازم کے سامنے غیر مؤثر ہوچکے ہیں۔مشرق بعید میں پھیلے ہوئے بدھ مت اورنسل پرست یہودیت سمیت تمام مذاہب جوکہ اپنی ساخت وہیئت کے اعتبار سے معاشرے کی سیاسی ‘معاشی اور معاشرتی تشکیل میں پہلے بھی کوئی بہت سرگرم کردار نہیں رکھتے تھے‘ پچھلے ۶۰ برسوں میں لبرل ازم کے فکری طوفان بدتمیزی کے سامنے ریت کی دیوار ثابت ہوئے ہیں اورریاستی ومعاشرتی امورمیں رہنمائی سے کلی طور پردست بردار ہوچکے ہیں۔ایک دین اسلام ہے جواپنی فکری بنیاد کی مضبوطی کے سبب میدان میں قوت کے ساتھ موجود ہے۔اسی لیے تمام لبرل قوتوں کا نشانہ بھی اس وقت دین اسلام اوروہ مسلمان ہیں جو دین اسلام کو اس کی اصل شکل میں اس کی روح کے ساتھ قائم کرنا اورقائم رکھنا چاہتے ہیں۔

لبرل ازم: دہریت کا مقدمہ:

امریکا اور یورپ میں لبرل ازم کے سرخیل‘ملحد اور دہریے (agnosticیاatheist) ہیں۔لبرل ازم اصل میں الحاد اوردہریت کا مقدمہ ہے بلکہ اب تو خود ایک دین ہے اورایک لبرل محض ممکنہ طورپر (potentially) ایک ملحد اور ُدہریہ‘ہی ہوتا ہے۔نظری طور پرخدا کے انکار ہی پر منتج ہوتی ہے۔کوئی سرکاری مذہب نہ رکھنے والے ممالک (مثلاً سیکنڈے نیویا‘ جرمنی‘ ہالینڈ‘ مشرقی ایشیا اور چین

☆من اعظم ابواب السعادة دعاء الوالدین فاغتنمه ببرهما لیکون لك دعاؤهما حصنا حصینا من کل مکروه☆

)میں دہریہ کہلانے والے افراد کی تعداد میں پچھلے چند برسوں میں اضافہ ہوا ہے۔امریکا میں ان کی تعداد ۵ فی صد ہے۔گیلپ انٹرنیشنل کے سروے کے مطابق دنیا کے ۶۵ ممالک کے ۱۱فی صد افراد نے دہریت کو اختیار کیا ہے۔مشاہدہ یہ ہے کہ لبرل لوگ جس مذہب سے متعلق ہوتے ہیں سب سے پہلے اسی کی بنیاد پر ضرب لگاتے ہیں۔اس کے شعائر کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس دین کے علم برداروں کی تضحیک اور کئی صورتوں میں ریاستی طاقت اور وسائل کے بل پر ان کے قتل تک کے درپے ہوتے ہیں۔

حقیقت سے فرار: جب ایک لبرل یا دہریہ فرد یہ کہتا ہے کہ:''مذہب انسان کی آزادی کو ختم یا محدود کر دیتا ہے'' تو دراصل وہ یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ'خدا' انسانوں کا خود سے گھڑا ہوا ایک خیالی وجود ہے اور اس خیالی وجود نے انسانوں کی آزادی کو یرغمال بنا رکھا ہے۔اس قید یا یرغمالی کیفیت سے خود کو اور دوسرے انسانوں کو نکالنے کے لیے یہ لبرل خواتین وحضرات کوشش کر رہے ہیں۔

تاہم جو بات یہ لبرل خواتین وحضرات سمجھ کر بھی سمجھنا نہیں چاہتے' وہ یہ ہے کہ اگرچہ حیاتیاتی طور پر (boologically) انسان ایک حیوانی وجود ہی ہے' لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ بہرحال ایک اخلاقی وجود بھی ہے اور یہی اس کی اصل پہچان ہے۔ایک انسان کے اندر پائی جانے والی صحیح اور غلط کو پہچاننے اور ان میں سے کسی ایک کو اختیار یا رد کرنے کی جبلی صلاحیت اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان نرا حیوان نہیں ہے۔ایک بڑا فرق حیوان اور انسان میں یہ ہے کہ انسان اپنے اردگرد کو پہچانتا ہے' اس کا گہرا شعور رکھتا ہے اور اپنی ذات کو پہچاننے اور اسے نمایاں کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔انسان اشیا کا تجزیہ کرنے اور ان کے باہمی تعامل کو سمجھنے کی پیدائشی صلاحیت رکھتا ہے اور یقیناً یہ صلاحیت حیوانات میں نہیں ہے۔انسانوں کی یہ پیدائشی صلاحیتیں اس کے بچپن سے جوانی تک بتدریج نمو پاتی ہیں' لیکن جانوروں میں ایسی تدریج کا کوئی نشان نہیں پایا جاتا۔جبلی طور پر انسان میں پایا جانے والا'ضمیر' یہ قوت رکھتا ہے کہ کسی قسم کے خارجی دباؤ یا قانون کے بغیر حیوانی خواہش پر قابو پا کر کسی بھی غلط کام سے انسان کو روک لے۔اس کے برعکس حیوانوں میں ضمیر نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔

دنیا کے تمام نظام ہائے حکومت کی طرح دین اسلام میں بھی قانون کے نفاذ کے ذریعے برائی کے خاتمے اور اس کی روک تھام کا اہتمام موجود ہے' لیکن اس دین کا انحصار اصل میں ان اخلاقی اقدار کو اپنانے پر ہے' جو انسانی ضمیر کی مطابقت میں انسانوں کے خالق نے عطا کی ہیں۔دنیا میں اس

وقت پائی جانے والی تمام اخلاقی اقدار کسی بندر یا انسان نما حیوان نے نہیں بنائی ہیں۔ یہ تمام اقدار الہامی مذاہب کی عطا کردہ ہیں۔ یہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ اخلاقی اقدار کے معاملے میں تاریخ کے مختلف ادوار میں ظاہر ہونے والے پیغمبران خدا یکساں اور مشترک ورثہ انسانوں کو دے کر گئے ہیں۔ ان تمام پیغمبروں نے قانون سے زیادہ اخلاقی اقدار اور ضمیر کی پکار پر توجہ دینے کی تعلیم دی، اگرچہ ناگزیر صورت حال میں تعزیر کا استعمال بھی تجویز کیا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی ساتھیوں اور اسلامی تاریخ کی دیگر شخصیات کی بے شمار مثالوں کے ذریعے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ کسی قسم کی قانونی قدغن یا سزا کے خوف کے بغیر محض اپنے ضمیر اور خدا اور آخرت کے دن پر یقین رکھنے کے باعث زبردست اندرونی ڈسپلن کا مظاہرہ کرتے تھے۔ سچے مسلمان آج بھی انھی اقدار کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ ابھی تک مسلمان ملکوں میں جرائم کا تناسب لبرل ممالک کی نسبت بہت کم ہے اور اس کی وجہ مسلمانوں کا وہ اندرونی ڈسپلن ہے جو دین اسلام کی وجہ سے قائم ہے۔ جن ممالک میں جرائم کی شرح زیادہ ہے، وہ جرائم پر قابو پانے کے لیے مزید قوانین متعارف کراتے ہیں اور نفاذ قانون کے لیے مزید انسانی و دیگر وسائل فراہم کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ایسا اس لیے ہو رہا ہے کہ ان معاشروں میں مذاہب کی گرفت کمزور ہونے کے باعث خود احتسابی کا عنصر ناپید ہو رہا ہے۔ جن ممالک میں مذہب اور ریاست کو جدا جدا کر دیا گیا ہے اور مذہبی اور اخلاقی تعلیم حکومتوں کی ذمہ داری نہیں رہی ہے، ان کے پاس کوئی راستہ ہی اس کے سوا نہیں بچا کہ وہ جرائم کی روک تھام صرف قوت سے کریں۔

خدا فراموشی کا نتیجہ: آپ ایک جنگل کا تصور کریں، جس میں حیوانات بالکل آزاد گھوم رہے ہیں اور اپنی بقا کے لیے ایک دوسرے کا شکار کر رہے ہیں۔ ایک شکاری جانور کے سامنے صرف ایک ہی مقصد ہے، یعنی اپنی بھوک مٹانا۔ یہ کسی نوعیت کی اخلاقی حس نہیں رکھتا۔ شیروں کا ایک بڑا جتھا یا قبیلہ کسی جنگل میں جمع ہو کر اپنے دفاع اور بقا کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔ یہ شیر بھی باہم مل جل کر رہتے ہیں اور ایک حد تک ایک دوسرے کے مفادات کا خیال رکھتے ہیں۔ لیکن جب معاملہ دوسرے حیوانات کا ہو تو یہ شیر صرف اور صرف اپنے مفاد، یعنی پیٹ بھرنے ہی پر اپنی توجہ اور توانائی مرکوز کرتے ہیں۔ وہ کسی دوسرے حیوان کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے کیوں کہ وہ کوئی اخلاقی حس نہیں رکھتے ہیں۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ ڈارون ازم کے مطابق: ''انسان نرا حیوان ہی ہے''۔

☆ لا نعش فی البشالیات بل عش وانعمل فلست نرید من الناس مالا نستطیعہ مثل عادلا .☆

اب آپ لبرل کہلانے والے ملکوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے پچھلے تقریباً ٢٠٠ برس سے دنیا کو ایک جنگل بنا رکھا ہے۔ اپنے قومی اور گروہی مفادات کے حصول کے لیے یورپ کے ممالک اور امریکا نے نہایت سفاکی سے جتنی بڑی تعداد میں انسانوں کو قتل کیا ہے وہ پوری انسانی تاریخ میں قتل ہونے والے انسانوں کی تعداد سے زیادہ ہے۔ یورپی اقوام نے ایشیا اور افریقہ کے ممالک کے وسائل پر قبضے کے لیے کیے گئے حملوں کے دوران بلامبالغہ کروڑوں لوگوں کو قتل کیا۔ فرانس نے ١٨٣٠ء۔١٨٤٧ء کے دوران انسانوں سمیت ہر اس چیز کو الجزائر میں تباہ کر دیا جو اس کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی تھی۔ لاکھوں خواتین کی آبروریزی کی گئی اور لاکھوں انسانوں کا قتل عام کیا گیا۔ امریکیوں نے (جو اصلاً یورپ سے نقل مکانی کر کے گئے ہوئے لوگ ہیں) براعظم امریکا کے اصل باشندوں ریڈ انڈین کے قتل عام سے آغاز کیا اور لاکھوں مقامی لوگوں کا نام و نشان مٹا دیا۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں طاقت کے بے دریغ استعمال سے ثابت ہوا کہ لبرل لوگ اپنے تحفظ کے لیے اقدام کرتے وقت کسی بھی خونخوار حیوان ہی کا سا برتاؤ کرتے ہیں۔ ١٩٤٥ء میں امریکی ایٹمی حملوں کے نتیجے میں جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ لوگ مارے گئے، لاکھوں زخمی اور تابکاری اثرات سے بیمار ہوئے۔

پہلی جنگ عظیم (١٨-١٩١٤ء) کے دوران پونے دو کروڑ اور دوسری جنگ عظیم (٤٥-١٩٣٩ء) کی آگ میں انھی لبرل قوموں نے ٦ تا ٨ کروڑ لوگ ہلاک کیے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کے قوانین موجود ہونے کے باوجود امریکا نے ویت نام پر حملہ کیا اور ٢٠ سالہ جنگ (یکم نومبر ١٩٥٥ء۔٣٠/اپریل ١٩٧٥ء) میں ٢٠ لاکھ سے زیادہ انسانوں کو ہلاک کر دیا۔ سابق سوویت یونین کے افغانستان پر حملے کے نتیجے میں ١٥ لاکھ سے زیادہ لوگ مارے گئے۔ عراق پر امریکی حملے کے نتیجے میں اب تک ١٥ لاکھ اور شام کی جنگ میں تقریباً ٢ لاکھ سے زیادہ انسان مارے جا چکے ہیں۔ کیا گذشتہ ٢٠٠ برس کی تاریخ سے یہ سبق حاصل نہیں ہوتا کہ جب انسان خدافراموش ہو جائے اور مذہب کی گرفت سے آزاد ہو جائے تو اس کا رویہ ایک وحشی حیوان کا سا ہو جاتا ہے؟

مقام حیرت ہے کہ پچھلے ٢٠٠ برس میں اتنا ظلم ڈھانے کے بعد بھی یہ لوگ انسانیت کے قائد کہلانے کے دعوے دار ہیں، اور دنیا کو ایک نئی اخلاقیات کا درس دیتے ہیں، اور اپنے مخالفین کو 'بنیاد پرست'، 'انتہاپسند' اور 'دہشت گرد' کے القاب سے نوازتے ہیں!

لبرل ازم کے علم بردار عموماً مذہبی شعائر اور بالخصوص رسول کریم ﷺ کی توہین کے لیے اپنی وضع کردہ 'آزادی رائے' کو آڑ بناتے ہیں۔ دوسری طرف لبرل حکومتیں توہین عدالت پر تو سزا دیتی ہیں لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر خاموشی اختیار کرتی ہیں۔ کیا یہ دہرا معیار نہیں؟ کیا یہ مبنی برانصاف ہے؟ (تحریر : محمد فاروق ناطق)

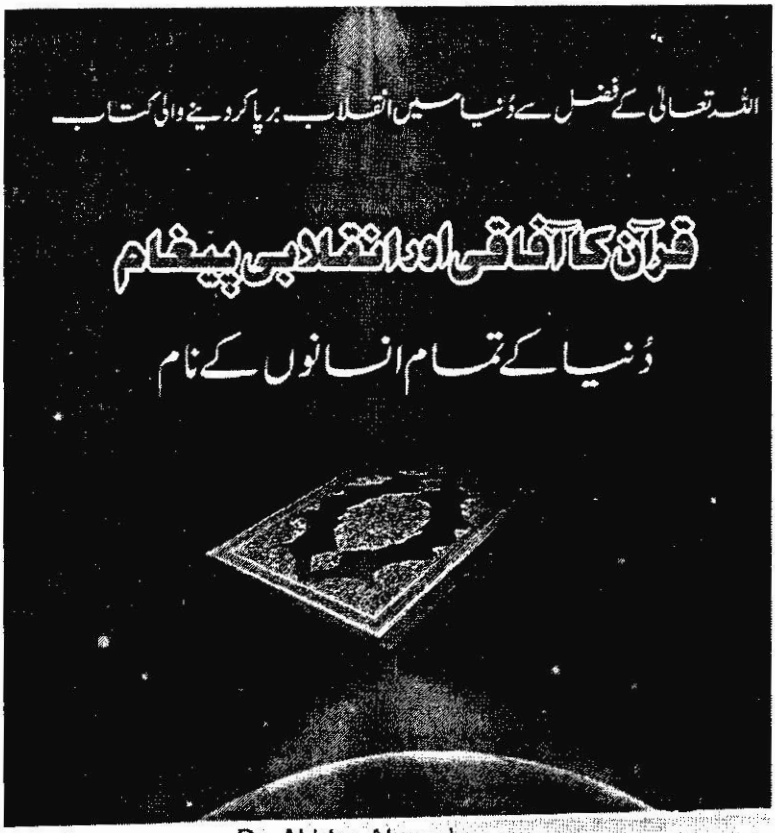

Dr. Akhtar Ahmad

Mind Sciecne Expert

0333-5242146 - 0301-5435982

visit: thinknget.blogspot.com

ہمیشہ صحت مند اور جوان رہنے کا انتہائی حیرت انگیز راز جو کہ مائنڈ سائنس اور آکوپریشر پر مشتمل ہے آپ حاصل کر سکتے ہیں

☆حافظ على اذكار المناسبات فانها حفظ لك وصيانة توقيها من السوء والارشاد ما يصلح به يومك.☆